© rasailojaraid.com

فہرست مضامین

حرف آغاز

اسلام کا فکری انقلاب اور دور حاضر کے تقاضے	سید جلال الدین عمری	۵

تحقیق وتنقید

حضرت عیسیٰؑ کی تعلیماتِ امن	ڈاکٹر تنویر قاسم	۱۹
مصر میں آزادی نسواں کی تحریک اور اس کے اثرات	ڈاکٹر جاں نثار معین	۳۷

بحث ونظر

اسلامی ریاست میں مذہبی آزادی	ڈاکٹر ظفر دارک قاسمی	۵۷
تحریکاتِ اسلامی کی علمی وفکری ترجیحات	ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی	۷۹

تعارف وتبصرہ

اِقسام الأیمان فی أقسام القرآن	ڈاکٹر الطاف احمد مالانی	۱۰۵
معرفۃ الحرام فی شریعۃ الاسلام	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۱۰۶
تصوف کی حقیقت	جناب محمد اسعد فلاحی	۱۰۷
فکر اسلامی کا ارتقاء	ڈاکٹر محمد طارق ایوبی ندوی	۱۱۰
خبرنامہ ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی (۶۱)		۱۱۵
سالانہ فہرست مضامین ومضمون نگاران تحقیقات اسلامی ۲۰۱۶ ئ		۱۱۷
مضامین کا انگریزی خلاصہ		۱۲۱—۱۲۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس شمارے کے لکھنے والے

۱۔ ڈاکٹر تنویر قاسم ________________________
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامی، یونی ورسٹی آف انجینیرنگ اینڈ ٹکنالوجی، لاہور
tanveerqasim@yahoo.com

۲۔ ڈاکٹر جاں نثار معین ________________________
ڈپارٹمنٹ آف ویمن اسٹڈیز، مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی، حیدر آباد۔ ۳۲
jannisarmoin1@gmail.com

۳۔ ڈاکٹر ظفر دارک قاسمی ________________________
شعبۂ دینیات (سنی) علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ
zafardarik85@gmail.com

۴۔ پروفیسر عبید اللہ فہد فلاحی ________________________
شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ
drfahadamu@yahoo.com

۵۔ ڈاکٹر الطاف احمد مالانی ________________________
جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ (سعودی عرب)
aamalani@hotmail.com

۶۔ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی ________________________
سکریٹری تصنیفی اکیڈمی، جماعت اسلامی ہند، نئی دہلی
mmadvi@gmail.com

۷۔ جناب محمد اسعد فلاحی ________________________
معاون شعبۂ تصنیفی اکیڈمی، جماعت اسلامی ہند، نئی دہلی
asadmazharfalahi@gmail.com

۸۔ ڈاکٹر محمد طارق ایوبی ندوی ________________________
مدیر ماہ نامہ 'ندائے اعتدال' علی گڑھ
nidaeaetidal@gmail.com

۹۔ سید جلال الدین عمری ________________________
صدر ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام کا فکری انقلاب اور دور حاضر کے تقاضے

——————— سید جلال الدین عمری

جماعت اسلامی ہند کی سرپرستی میں طلبہ اور نوجوانوں کی کل ہند تنظیم اسٹوڈنٹس اسلامک آرگنائزیشن آف انڈیا (S.I.O) نے ۷۔ ۸/۱ اکتوبر ۲۰۱۶ء میں انڈیا اسلامک کلچر سینٹر نئی دہلی میں ایک بین الاقوامی کانفرنس 'انڈیا انٹرنیشنل اسلامک اکیڈمک کانفرنس' کے عنوان سے منعقد کی، جس میں ملک کی مختلف یونی ورسٹیوں کے ریسرچ اسکالرس اور محققین و دانش وران کے علاوہ بیرونِ ملک سے بھی اہل علم کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی۔ اس کے افتتاحی اجلاس میں مولانا سید جلال الدین عمری، امیر جماعت اسلامی ہند نے بہ حیثیت سرپرستِ تنظیم جو کلیدی خطبہ پیش کیا تھا، اس کے منتخب حصے ان کی نظر ثانی کے بعد افادۂ عام کے لیے یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

(رضی الاسلام)

اسٹیج پر تشریف فرما عمائدین اور اصحاب علم و دانش اور محترم شرکائے اجلاس، بزرگو، نوجوانو اور عزیزو، محترم خواتین! میں آپ سب کا اس کانفرنس میں دل سے خیر مقدم کرتا ہوں۔

یہ ہم سب کے لیے باعث مسرت ہے کہ ہمارے ملک کی طلبہ اور نوجوانوں کی سب سے بڑی مسلم تنظیم Students Islamic Organization Of India

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے وقت کے ایک اہم علمی و فکری عنوان پر India International Islamic Academic Conference کا اہتمام کیا ہے۔ اس کے لیے بعض قدیم و جدید موضوعات کا ان کے وسیع پس منظر میں انتخاب بھی کیا ہے۔ توقع ہے، بحث و مباحثہ کے بعد مزید کچھ نئے گوشے سامنے آئیں گے اور اس طرح کے موضوعات سے دل چسپی پیدا ہوگی۔

علم کی اہمیت بالکل واضح ہے۔ علم انسان کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے، اس سے اس پر ترقی کی راہیں کھلتی ہیں، وہ ماضی اور حال سے نکل کر مستقبل کو دیکھنے کے قابل ہوتا ہے اور سماج کی بہتر خدمت انجام دے سکتا ہے۔ قوموں کی ترقی بھی علم ہی کی راہ سے ہوتی ہے۔ جو قومیں علم کے میدان میں پیش قدمی کرتی ہیں ان ہی کو قیادت کا مقام حاصل ہوتا ہے اور دنیا میں ان کا اعتبار قائم ہوتا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام نے زبردست فکری انقلاب برپا کیا۔ دنیا نے اس کے نتائج بھی دیکھے۔ اس پس منظر میں موجودہ دور کے تقاضوں پر بعض باتیں یہاں عرض کی جارہی ہیں۔ امید ہے، قابل توجہ قرار پائیں گی۔

اسلام اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ اس کی اساس انسان کی صحیح فطرت اور اس کی عقل سلیم ہے۔ وہ دینِ حق ہے اور دلیل اور حجت سے اپنی حقانیت ثابت کرتا ہے۔ انسان کی عقل اور فطرت پر بسا اوقات بے اصل عقائد، مزعوماتِ باطلہ اور غلط روایات کے پردے پڑ جاتے ہیں۔ اسلام ان پردوں کو چاک کرتا اور راہِ حق واضح کرتا ہے۔ یہ اسلام کا احسان ہے کہ وہ انسان کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم کی تابانی عطا کرتا ہے۔ وہ انسان کو فکری جمود اور نظری تعصّبات کو ختم کرنے اور اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی پیدا کردہ اس وسیع کائنات، انسان سے اس کے تعلق اور زندگی پر اس کے اثرات پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔

كِتٰبٌ أَنزَلْنٰهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (ابراہیم:۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(یہ کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے، تاکہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے ظلمتوں سے نکال کر روشنی میں لائیں، اس اللہ کے راستہ کی طرف جو ہر طرح غالب اور ستودہ صفات ہے۔)

وہ اللہ کی کتاب پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے، تاکہ آدمی دن کی روشنی میں اس کی صداقت کا فیصلہ کرسکے:

كِتٰبٌ أَنزَلْنٰهُ إِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيٰتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ (ص: ۲۹)

(یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے، تاکہ وہ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل منداس سے نصیحت حاصل کریں۔)

قرآن مجید کے اولین مخاطب عرب تھے۔وہ بار بار انہیں عقل و فہم سے کام لینے اور اس کی تعلیمات پر غور و فکر کی طرف متوجہ کرتا ہے۔(ملاحظہ ہو یوسف: ۲۷۔ الزخرف: ۲، ۳۔الانبیائ: ۱۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا:

قُلْ هٰذِهِ سَبِيْلِيْ أَدْعُوا إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (یوسف:۱۰۸)

(کہہ دو کہ یہ میرا راستہ ہے۔میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔میں خود بھی بصیرت کے ساتھ اس پر عمل کر رہا ہوں اور میری اتباع کرنے والے بھی اسی بصیرت کے حامل ہیں۔اللہ کی ذات شرک سے پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔)

بصارت سے آدمی ان چیزوں کو دیکھتا ہے جو آنکھوں کی گرفت میں آتی ہیں۔ بصیرت کے ذریعہ وہ غیر مرئی اور غیر محسوس حقائق کے بارے میں حق و باطل اور درست و نادرست کا فیصلہ کرتا ہے۔مطلب یہ کہ میں اور میرے ساتھی جس راستہ کی طرف بلا رہے ہیں وہ کوئی اندھا عقیدہ نہیں ہے، جس کے پیچھے ہم دوڑے چلے جا رہے ہیں، بلکہ وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دلیل و برہان کے ذریعہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے اوراس کی حقانیت پر ہمیں پوری طرح شرح صدر اور اطمینان حاصل ہے۔ یہ راستہ توحید کا ہے، شرک کا نہیں ہے۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ کے جتنے رسول آئے وہ دلیل ہی سے اپنی بات پیش کرتے اور اپنی صداقت کا ثبوت فراہم کرتے تھے۔ وہ اپنے عقیدے کو مخاطب پر مسلط نہیں کرتے تھے، بلکہ کھلی فضا میں اس پر غور وفکر کی دعوت دیتے تھے۔ حضرت نوحؑ، جو حضرت آدمؑ کے بعد سب سے پہلے صاحب شریعت پیغمبر تھے، فرماتے ہیں:

> يٰقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَاٰتٰنِي رَحْمَةً مِّنْ عِندِهِ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كٰرِهُونَ (ھود:۲۸)
>
> (اے میری قوم کے لوگو! تم خود بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہوں اور اللہ نے مجھے اپنے پاس سے رحمتِ خاص (نبوت) عطا کی ہے اور وہ نبوت اور دلیلِ نبوت تمہاری آنکھیں نہیں دیکھ رہی ہیں تو کیا ہم اسے زبردستی تم پر چپکا سکتے ہیں، جب کہ تم اسے ناپسند کر رہے ہو۔)

جو قوم دلیل کے مقابلہ میں غیر عقلی روش اختیار کرتی، ضد، ہٹ دھرمی اور مکابرت کا مظاہرہ کرتی اور اللہ کے رسولوں کے درپے آزار ہو جاتی وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آ جاتی۔ اللہ تعالیٰ کے اس قانون کا ذکر ایک جگہ ان الفاظ میں ہوا ہے:

> جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيرِ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ (فاطر: ۲۵۔۲۶)
>
> (ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے۔ پھر جن لوگوں نے انکار کیا انہیں میں نے پکڑ لیا۔ دیکھو کہ میری گرفت کیسی تھی؟) ا؎

اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کی وحدانیت اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ جو قومیں شرک میں مبتلا تھیں ان کا سرمایۂ علم تقلیدِ آباء تھا۔ وہ باپ دادا کی

ا؎ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون قرآن مجید میں متعدد مواقع پر تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ مثال کے ملاحظہ ہو سورۂ ابراہیم، آیات: ۹۔ ۱۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روایت کو حجت مانتی تھیں، اس کے پیچھے فہم و بصیرت نہیں تھی۔ حالاں کہ بے دلیل کسی روایت سے چپکے رہنا، جب کہ دلائل سے اس کی کمزوری بھی واضح ہو چکی ہو، انتہائی بے دانشی ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ (البقرة: ۱۷۰)

(جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو دین نازل کیا ہے اس کی اتباع کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس طریقہ پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا وہ اس صورت میں بھی ان کی اتباع کریں گے، جب کہ وہ نہ تو کچھ سمجھتے رہے ہوں اور نہ ان کو راہِ ہدایت ملی ہو۔) ا؎

روایت پرستی کبھی مذہبی تقدس کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور اسے خدائی ہدایت تصور کیا جانے لگتا ہے۔ قرآن نے کہا کہ اس کے لیے سند چاہیے۔ بغیر سند کے اسے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ کسی عمل کی خدا کی طرف نسبت بغیر ثبوت کے جرم عظیم ہے۔ اس کی سزا مل کر رہے گی:

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ (الانعام: ۱۴۸)

(جنہوں نے شرک کیا وہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ اسی طرح ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی رسولوں کی تکذیب کی۔ یہاں تک کہ آخر انہوں نے ہمارے عذاب کا مزا چکھا۔ ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے کہ اسے ہمارے سامنے پیش کر سکو۔ تم تو محض گمان کے پیچھے چل رہے ہو اور اٹکل سے تیر چلا رہے ہو۔)

اہل کتاب میں نسلی غرور تھا۔ وہ خود کو ابناء اللہ کہتے اور اللہ کے محبوب و

ا؎ نیز ملاحظہ ہو: المائدہ: ۱۰۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقرب تصور کرتے تھے۔ ان کے نزدیک صرف وہی اللہ کی رحمت اور جنت کے مستحق تھے۔ قرآن نے ان کے اس خیالِ خام کی تردید کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ سب کا ہے۔ اس کا کسی سے نسبی تعلق نہیں ہے:

وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَن كَانَ هُوداً أَوْ نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (البقرۃ:۱۱۱)

(وہ کہتے ہیں کہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا مگر وہ جو یہودی ہے یا نصرانی۔ یہ ان کی خواہشات ہیں۔ ان سے کہو کہ تم اپنی دلیل پیش کرو اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو۔)

یہود و نصاریٰ کے درمیان بہت سے اختلافات تھے۔ دونوں ایک دوسرے کی تکفیر کرتے اور ان میں سے ہر ایک خود کو جنت کا مستحق قرار دیتا۔ قرآن نے کہا کہ یہ تمہاری خواہش اور تمنا تو ہوسکتی ہے، اس کی کوئی دلیل تم نہیں پیش کرسکتے۔ اس کے بعد اللہ کا قانون ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرۃ:۱۱۲)

(ہاں! جس کسی نے اپنا رخ پوری طرح اللہ کی طرف کیا اور نیک روش اختیار کی تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے نہ خوف ہے اور وہ غم گیں ہوں گے۔)

یہ دراصل مذہبی مزعومات اور بے دلیل دعووں کا مسکت جواب ہے۔

دورِ حاضر میں عقیدہ اور مذہب کی آزادی کو انسان کا ایک بنیادی حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے بہت پہلے اسے یہ حق دیا۔ اس نے صراحت کے ساتھ کہا: لاَ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ۔ (البقرۃ:۲۵۶) یہ اس بات کا اعلان ہے کہ عقیدے کے معاملہ میں جبر و اکراہ ناروا ہے۔ اس کی کسی صورت میں اجازت نہیں دی جاسکتی۔ کسی مذہب یا عقیدے کی صداقت معلوم کرنے کے لیے اس نے گفتگو، تبادلۂ خیال اور بحث و مباحثہ کی راہ دکھائی ہے۔ ارشاد ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادۡعُ إِلِی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُم بِالَّتِیۡ هِیَ أَحۡسَنُ إِنَّ رَبَّکَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِیۡلِهِ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ (النحل:۱۲۵)

مطلب یہ کہ تم اس راستہ کی طرف بلاؤ جو تمہارے رب کا بتایا ہوا ہے، جو اس کی رضا اور خوش نودی کا باعث ہے اور جس پر گام زن ہو کر انسان دنیا اور آخرت کی فوز و فلاح سے ہم کنار ہو سکتا ہے، لیکن اس کے لیے حکمت، موعظہ حسنہ اور جدالِ حسن کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ حکمت، دین کی معنویت کو واضح کرنے کا نام ہے۔ موعظہ حسنہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت سے خطاب ہو اور اس کے پاکیزہ جذبات سے اپیل کی جائے۔ جدالِ احسن یہ ہے کہ آدمی دوسرے کی بات سنے اور اپنا نقطہ نظر سنجیدگی سے پیش کرے اور اسے دلائل سے ثابت کرے۔ اس کے آداب بھی قرآن نے بتائے ہیں۔ یہ علمی اور فکری دنیا میں ایک انقلاب تھا کہ عقیدے کو جبر سے آزاد ہونا چاہیے اور دلائل سے اس پر گفتگو ہونی چاہیے۔

علم و فکر کے جس راستہ کی اسلام نے راہ نمائی کی، اس کے ماننے والے اس پر گام زن رہے اور جس وقت جو علمی تقاضے ابھرے ان کی تکمیل کی۔ رسول اکرم ﷺ کی رحلت کی بعد حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ کرام کے مشورے سے جمع و ترتیبِ قرآن کی خدمت انجام دی اور مصحف مرتب فرمادیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کے نسخے اسلامی سلطنت کے اطراف و اکناف میں پہنچا دیے اور اسی کے مطابق کتابت و تلاوت کا حکم نافذ کر دیا۔ آج یہی مصحف ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اسے اسلامی علوم کی ترویج کا آغاز کہنا چاہیے، جس نے بعد میں ہمہ جہت رخ اختیار کیا۔

یہیں سے متعلقاتِ قرآن، تفسیر، اصولِ تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، سیرت، تاریخ، اسماء الرجال، فقہ اور اصولِ فقہ جیسے علوم وجود میں آئے، جنھیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصطلاح میں دینی یا شرعی علوم کہا جاتا ہے۔ ان علوم میں بڑے بڑے اساطینِ علم، فقہائ، محدثین اور مورخین کو دنیا نے دیکھا۔ اسی میں ادب، لغت،، نقد ادب کی وہ خدمت انجام پائی جس کا مقابلہ دنیا کا کوئی ادب شاید نہیں کر سکتا۔

ایک مرحلہ میں، خاص طور پر عباسی دور میں یونانی علوم منتقل ہوئے۔ ان میں طب، ریاضی، صنعت وحرفت اور فلکیات جیسے طبیعی اور سائنسی علوم کے ساتھ فلسفہ اور الٰہیات بھی شامل تھے۔ ان کی اشاعت سے اسلام کے مبادی اور اساسات پر عقلی بحثیں شروع ہوئیں اور امت میں بہت سے گم راہ فرقے وجود میں آئے۔ فارابی، ابن سینا، رازی، غزالی، ابن رشد اور ابن تیمیہ جیسے محققین نے یونانی علوم کا گہرائی سے جائزہ لیا، اس کی کم زوریاں واضح کیں اور مخالفین و معاندین کے علاوہ امت میں جو فتنے ابھر رہے تھے، ان کا جواب دیا۔ اس سے علم کلام وجود میں آیا۔

یہ ایک زبردست علمی تحریک تھی جو چار صدیوں تک پوری قوت کے ساتھ جاری رہی۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی تابانی ماند پڑنے لگی۔ قدیم تحقیقات و مباحث تو باقی رہے، لیکن تحقیق کے نئے گوشے تلاش نہیں کیے جا سکے۔ اجتہادی فکر اور آزادانہ نقد ونظر کی جگہ علمی جمود نے لے لی۔ اس میں شک نہیں، اس کے بعد بھی ایسے ماہرینِ علم اور ائمہ دین پیدا ہوتے رہے جن کی صلاحیت اور قابلیت اور دینی فہم پر امت کو اعتماد رہا ہے اور جن کی خدمات سے اسلامی تاریخ کے ابواب روشن ہیں، لیکن پورے عالمِ اسلام میں جو علمی فضا تھی وہ دوبارہ بحال نہ ہو سکی۔

اس صورتِ حال پر صدیاں گزر گئیں۔ اس کے وجوہ واسباب پر بحث کی اس وقت ضرورت نہیں ہے۔ دورِ جدید نے حالات بدل دیے ہیں۔ اب ہمارا سابقہ نئے حالات اور مسائل سے ہے۔ پوری دنیا ایک عالمی بستی (GLOBAL VILLAGE) کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ اس میں نئے علمی چیلنجز کا سامنا ہے۔ اس کے لیے دورِ حاضر میں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر پائے جانے والے فکری و عملی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوالات کا بے لاگ تجزیہ کرنا اوران کے سلسلہ میں اسلام کا موقف پیش کرنا ہوگا۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ موجودہ مسائل اور ان کی پیچیدگیوں سے بھر پور آ گہی کے ساتھ قرآن وحدیث کے نصوص، ان کے مفہوم ومنشا، ان کے اشارات اور مقتضیات سے بخوبی واقفیت ہو۔اس سلسلہ میں ہمارے اسلاف کی جو قابلِ قدر اور ناقابلِ فراموش خدمات ہیں، ان سے لازماً استفادہ کرنا ہوگا اور جہاں اجتہاد کی ضرورت ہو، اجتہاد بھی کرنا ہوگا اورنئی راہیں تلاش کرنی ہوں گی۔

موجودہ دور میں اسلامی نقطۂ نظر سے جن مسائل نے نمایاں اہمیت اختیار کرلی ہے، ان میں سے بعض کا یہاں ذکر کیا جارہا ہے:

۱۔اسلام اور امن عالم: اس وقت اسلام کو امن مخالف مذہب کی حیثیت سے پیش کیا جارہا ہےاوراسے دہشت گردی کا محرک قرار دیا جارہا ہے۔ دہشت گردی کے ہر واقعہ کو اسلام سے جوڑنے کی سعی کی جارہی ہے۔ اس کی ایک وجہ بعض وہ تحریکات بھی ہیں جو اسلام کے نام پر دہشت گردی پھیلا رہی ہیں۔

۲۔دور حاضر میں اسلام کی معنویت اوراس کا قابل عمل ہونا۔

۳۔انسان کے ذرائع علم کی محدودیت ، ان کا نقص، وحی ورسالت کی ضرورت اوراس کا اثبات۔

۴۔احکام شریعت کی حکمت اور معنویت۔ اس میں عبادات اوراخلاق سے لے کرمعاشرت وسیاست تک سب ہی احکام آتے ہیں۔

۵۔مقاصدِ شریعت اوران کی تکمیل کس طرح ہوسکتی ہے؟

۶۔ترجیحاتِ دین: احکام شریعت میں بعض کو بعض پر ترجیح حاصل ہے۔ یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کی بنیادی تعلیمات کی روشنی میں حالات کے لحاظ سے ان ترجیحات میں کیا تبدیلی ہوسکتی ہے؟

۷۔امت کا چالیس فی صد (۴۰٪) حصہ دنیا کے مختلف ممالک میں اقلیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ہے۔ ان کے بعض مسائل مسلم مما لک سے الگ نوعیت کے ہیں۔ اس سلسلے میں فقہ الاقلیات ایک مستقل موضوع ہے۔

۸۔ اسی ذیل میں رخصت اور عزیمت، ضرورت اور اضطرار کے پہلو بھی زیر بحث آتے رہے ہیں۔

۹۔ جہاد اور اس کے احکام: اسلام کی جن تعلیمات کو خاص ہدف تنقید بنایا جاتا ہے ان میں جہاد بھی ہے۔ اسے امن عالم کے لیے سنگین خطرہ بتایا جاتا ہے۔ اس کے احکام کی وضاحت ضروری ہے۔

۱۰۔ اسلامی ریاست کے غیر اسلامی ریاست سے تعلقات۔

بعض اور موضوعات کا بھی اس میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عالمِ اسلام کے بعض معتبر اہلِ علم نے ان موضوعات پر اور ان جیسے دیگر موضوعات پر عمدہ خدمات انجام دی ہیں۔ ان کا تعلق عرب اور عجم دونوں سے ہے، لیکن ان کے درمیان ربط اور تبادلۂ خیال کی کوئی ٹھوس شکل نہیں نکل سکی ہے۔ کبھی کبھی سمپوزیم اور سمینار ہوجاتے ہیں، لیکن اس سے یہ مقصد پورا نہیں ہوتا، حالاں کہ آج کے دور میں انٹرنیٹ کی وجہ سے باہم ربط کے امکانات ہیں۔ اس کی کوئی صورت ضرور نکلنی چاہیے۔

دور حاضر میں مختلف جہات سے جو علمی خدمات انجام پارہی ہیں، کھلے دل سے ان کے اعتراف کے ساتھ بعض باتیں ان احباب سے عرض کی جارہی ہیں جو اپنے اندر یہی پاک جذبہ رکھتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے دو ایک پہلو ان اصحاب کے لیے بھی قابل توجہ ہوں جو عملاً اس میدان میں سعی بلیغ کر رہے ہیں۔

۱۔ عربی زبان کی اہمیت بہت واضح ہے۔ قرآن و حدیث دین کے اصل مآخذ ہیں۔ ان سے استفادہ براہِ راست عربی زبان ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ ثانوی مآخذ اور تراجم کی مدد سے دینی موضوعات پر تحقیق کا حق کبھی ادا نہیں ہوسکتا۔ اسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرح اسلامی علوم کا بڑا ذخیرہ عربی زبان میں ہے۔ کسی موضوع پر تحقیق کو آگے بڑھانے کے لیے ماضی کے سرمایہ سے واقفیت لازمی ہے۔ عربی زبان کی اہمیت کے اور بھی پہلو ہیں۔

۲۔ دور حاضر میں تحقیق کا معیار کافی بلند ہے۔ اس کے مخصوص تقاضے ہیں۔ اس کے لیے وسائل کی فراوانی بھی ہے۔ اب معلومات کے حصول کے لیے لائبریریوں میں جانے اور متعلقہ مواد کو جمع کرنے کے لیے کتابوں کو کھنگالنے کی ضرورت نہیں۔ اب لائبریریاں خود آدمی کے لیپ ٹاپ میں موجود ہیں۔ جو کام ہفتوں میں ہوتا تھا وہ اب لمحوں میں ہوتا ہے۔ کسی بھی موضوع پر اعداد و شمار، جو برسوں کی محنت سے جمع کیے جاتے ہیں اور جن سے دنیا متاثر ہوتی ہے، وہ بغیر محنت کے دست یاب ہیں۔ اس سے فائدہ اٹھا کر بہت سے مزعومات کو 'تحقیق' کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ جو اصحاب، اسلام کی علمی مساعی میں حصہ لینا چاہتے ہیں، ان کے لیے ضروی ہے کہ وہ ان تمام سہولتوں سے بھر پور استفادہ کریں۔ ان سے خام مواد حاصل کریں اور اسلام کی روشنی میں ان کی خامیاں اور کم زوریاں واضح کریں اور ان کی تحقیق آج کے معیار سے ہم آہنگ ہی نہیں، بلکہ اس سے بلند ہو۔ اسی وقت یہ دوسروں کو متوجہ کر سکے گی۔

۳۔ اسلام نے اساسی عقائد کے ساتھ ایک نظام شریعت بھی دیا ہے جو پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ ایک ابدی قانون ہے۔ ہر دور میں اس پر عمل ہوسکتا ہے۔ یہ کسی بھی دور میں ناقابل عمل نہیں ہے۔ اس میں انسان کی ضروریات، مجبوریوں اور حالات زمانہ کی رعایت پائی جاتی ہے۔ دین کے آسان اور قابل عمل ہونے کی قرآن میں بار بار صراحت کی گئی ہے۔ جیسے **لاَ یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفساً اِلاَّ وُسعَھا**۔ البقرۃ: ۲۸۶۔ (اللہ کسی نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا)۔ **وَمَا جعَلَ عَلَیکُم فِی الدِّینِ مِن حَرَج**۔ الحج: ۷۸۔ (اللہ تعالیٰ نے دین میں تمہارے لیے تنگی نہیں رکھی ہے)۔ **یُرِیدُ اللّٰہُ بِکُمُ الیُسرَ وَلاَ یُرِیدُ بِکُم**

© rasailojaraid.com